صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 03, Issue 02 (October to December 2024)

آڑھت کے دس شرعی احکام: فقہاء کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

A Research-Based Analysis of Ten Islamic Rulings on Commission Agency (Aarhat) and the Opinions of Islamic Jurists

Abdullah Nasir PhD Scholar, Lahore Leads University.
Author Tufail Series
Lecturer In Islamic Studies,
Superior College Muridke Campus, Pakistan.
nasirabdullah625@gmail.com

Abstrct

Islam is a complete and comprehensive system of life that provides full guidance on how to live. This paper examines the Islamic perspective on the system of *Aarhat* (commission agency) in the context of trade and commerce. The study analyses *Aarhat* in the light of the Quran, Sunnah, and the views of Islamic jurists (Fuqaha). The research has been carried out by referring to the original sources and presenting two key Islamic rulings for commission agents, along with a critical analysis of juristic opinions.

The core questions explored in this study include: Is *Aarhat* permissible or not? If permissible, under what conditions? If impermissible, what are the ethical violations that make it so? The findings of the research clearly show that among the basic necessities of human life—food, clothing, and shelter—most are acquired through trade. Trade, however, involves both lawful (halal) and unlawful (haram) aspects. One form of trade is *Aarhat*, through which services are provided in exchange for a wage or commission. This study investigates under what circumstances such commissions are permissible or impermissible.

This research, while staying within the framework of Islamic Shariah, aims to help understand the legal issues related to *Aarhat* and sheds light on the contemporary principles of buying and selling.

Keywords: *Aarhat, Quran, Sunnah, Islamic Jurists, Halal, Haram, Commission, Trade, Commerce*

آڑھت کے دس شرعی احکام: فقہاء کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور زندہ رہنے کے لیے لوازمات و اسباب بھی مہیا کیے۔ اسباب زندگی میں سے بنیادی ضرورت خوراک بھی ہے۔ ان اشیاء کا تعلق چاہے کھانے پینے سے ہو یا دیگر ضروریاتِ زندگی سے ہو، ان کا اکثر و بیشتر حصہ تجارت سے منسلک ہے۔ معاشرے کا کوئی بھی نظام تجارت کے بغیر نہیں چل سکتا اِس لیے زندگی کے لوازمات میں تجارت کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سی ہے۔ اِسی لیے خاتم النبیین ﷺ نے رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں قرار دیے ہیں۔ چناں چہ ارشاد فرمایا: "عليكم بالتجارة فإن فيها تسعة أعشار الرزق"[1]

ترجمہ: تم پر تجارت لازم ہے پس بے شک رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے اِسی میں ہیں۔

تجارت کی بنیادی کسبِ حلال ہے۔ اس دنیائے کائنات میں جتنے بھی انبیاء علیہم السّلام تشریف لائے اُن سب نے کسبِ حلال کیا اور اپنی اپنی امتوں کو بھی کسبِ حلال ہی کی تلقین فرمائی۔ کسی نبی علیہ السّلام نے محنت و مزدوری کی، کسی نے لکڑی کا کام کیا، توکسی نے کھلے میدانوں میں مویشیوں کو چرایا۔ یہاں تک کہ خود خاتم النبیین ﷺ نے اجیّاد کے پہاڑوں پر لوگوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی مکرم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا، کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

ہمارے لیے کسبِ حلال کے مختلف طریقوں میں خاتم النبیین ﷺ کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔ خاتم النبیین ﷺ نے بعثتِ نبوت سے پہلے دو مرتبہ ملک شام کا سفر تجارت کی غرض سے کیا۔ حضرت خدیجہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے سامان تجارت خاصطور پر کپڑے کو شام کی منڈیوں میں فروخت کیا، مدینہ منورہ کے اطراف میں مقام جُرُف میں کھیتی باڑی کا کام بھی کیا۔ یہی نہیں بلکہ کسبِ حلال کو دوسرے فرائض کے بعد فرض قرار دیا۔ یعنی دینی فرائض کی تکمیل مثلاً نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، روزہ رکھنا، حج کرنا وغیرہ کے بعد اولین فریضہ رزقِ حلال کی طلب ہے۔

---

[1] ۔ الغزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، احیاعلوم الدین، دار المعرفہ بیروت لبنان، س ن، ج ۲، ص ۶۲

[2] ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المسند، کتاب الاجارہ، باب رعی الغنم علی قراریط، رقم الحدیث 2262

آغازِ کائنات میں تجارت کا میدان محدود تھا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ میدان وسعت اختیار کر گیا۔ اب موجودہ دور میں تجارت کی مختلف شکلیں ظاہر ہو رہی ہیں، اِن میں سے جدید شکل آڑھت بھی ہے۔ شروع میں آڑھت کا نظام سبزی منڈیوں، فروٹ منڈیوں اور غلہ منڈیوں تک محدود تھا لیکن اب کسانوں اور زمینداروں تک لا محدود ہے۔ عام طور پر اردو زبان میں آڑھت کا لفظ منافع میں لین دین کرنے والے، درمیانی لین دین، کمیشن یا معاوضہ وصول کرنے والے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کا ایک معنیٰ دلالی اور کمیشن پر خرید و فروخت کروانے والے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ آڑھت نے میدانِ تجارت میں اپنا نام اِس قدر بلند کر لیا ہے کہ اِس نظام کا انکار ناممکن ہے۔ جہاں اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایات فراہم کرتا ہے وہاں تجارتی معاملات میں بھی راہنمائی کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں تجارتی معاملات میں بہت سی شرعی خرابیاں پیدا ہوئیں ہیں وہاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آڑھتی نظام میں بھی بہت سی شرعی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اِن میں جھوٹ، دھوکہ، فراڈ، سود، عیب جیسی بیماریاں سرفہرست ہیں، بہت کم لوگ موجود ہیں جو اِن بیماریوں سے بچ کر تجارت کرتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آڑھت کے عنوان پر تحقیق کی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ آڑھت کی کون سی شکل شریعت کے مطابق ہے اور کون سی شکل شریعت کے خلاف ہے۔

اسلامی فقہ کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۱۔ عبادات، ۲۔ معاملات۔

عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتا ہے جب کہ معاملات میں بیع و شراء (خرید و فروخت)، اجارہ (کرایہ داری)، قرض و ربا (قرض اور سود)، مشارکت و مضاربت (شراکت و سرمایہ کاری)، سمسار (آڑھت و کمیشن)، وصیت و وراثت، ضمانت، رہن، عدالت گواہی، خاندانی معاملات (نکاح، طلاق و نفقہ) وغیرہ۔

آڑھت کے بارے میں مندرجہ ذیل مسائل کا شریعت کے روشنی میں مطالعہ ناگزیر ہے:

1. کیا آڑھتی کا کاروبار جائز ہے؟
2. کیا آڑھتی دونوں فریقین سے کمیشن لے سکتا ہے؟
3. آڑھت کا کاروبار کن فقہاء کے نزدیک جائز ہے؟
4. آڑھت کا کاروبار کن فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے؟

معاملات کے ان شعبوں میں سے ایک شعبہ بیع و شراء (خرید و فروخت) ہے، تجارت کا لفظ خرید و فروخت میں استعمال ہوتا ہے۔ آج کے دور میں خرید و فروخت سمسار (آڑھت) کے ذریعے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے آڑھت کے لغوی معنیٰ و اصطلاحی مفہوم سے پہلے بیع کے لغوی معنیٰ و مفہوم کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

بیع کے لغوی معنیٰ:

بیع کا معنیٰ خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مشہور لغت کے مصنف حماد الجوہری نے بیع کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کیے ہیں۔

بعت الشئ: شريته، أبيعه بَيْعاً ومبيعاً، وهو شاذٌ وقياسه مَباعاً. وبعْتُهُ أيضاً: اشتريته، وهو من الأضداد.[3]

ترجمہ: "بعتُ الشيء" کا مطلب ہے "میں نے چیز خریدی"، اور "أبيعه بيعاً ومبيعاً" یعنی "میں اسے بیچتا ہوں، بیچنا کے معنیٰ میں یہ شاذ ہے، اور اس کا صحیح قاعدے کے مطابق مشتق "مباعاً" ہونا چاہیے۔ بعتُهُ کا مطلب "میں نے اسے خریدا" بھی ہوتا ہے، یعنی یہ دو متضاد الفاظ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بیع کا لفظ خرید اور فروخت دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ[4]

ترجمہ: اے ایمان والو! اس مال میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس دن سے پہلے جس دن کوئی خرید و فروخت نہیں ہو گی۔

حدیث مبارکہ میں بھی بیع کا لفظ خریدنے کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ جیسا کہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ[5]

ترجمہ: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

اس حدیث مبارکہ میں بیع سے مراد خریدنا ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے کوئی چیز خرید لی ہے تو دوسرے شخص کو چاہیے کہ وہ مالک میں زیادہ رقم کی لالچ دے کر وہ چیز خود نہ خریدے۔

بیع کی اصطلاحی تعریف

مجمع الانھر میں بیع کی مندرجہ ذیل تعریف بیان ہوئی ہے۔

البيع مُبَادلَة مَال بِمَال وَينْعَقد بِإِيجَاب وَقبُول بِلَفْظ الْمَاضِي كبعت واشتريت[6]

---

[3] ۔ الجوہری، ابو نصر اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار العلم للملایین، بیروت، 1407ھ، ج3، ص1189

[4] ۔ البقرۃ: 254:02

[5] ۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن، باب ماجاء ان لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ، رقم الحدیث 1134

[6] ۔ الحلبی، ابراہیم بن محمد، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1419ھ، ج1 ص4

ترجمہ: مال کا مال کے بدلے کو بیع کہتے ہیں اور وہ لفظ ماضی کے ساتھ ایجاب و قبول کے ذریعے منعقد ہوتی ہے، جیسے میں نے بیچا اور میں نے خریدا۔

المختصر یہ کہ لفظ سمسار کبھی خریدار کے معنیٰ میں اور کبھی فروخت کرنے والے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

سمسار کے معانی و مفہوم:

سمسار کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کیا گیا ہے۔

سمسر هُوَ جمع سمسار. والسمسرة: البيع وَالشِّرَاء. وَيُقَال للمتوسط بَين البَائِع وَالْمُشْتَرِي سمسار[7]

ترجمہ: سمسر کی جمع سمسار ہے، اور سمسرۃ خرید و فروخت کو کہتے ہیں، اور خریدنے والے اور بیچنے والے کے درمیان رابطہ کروانے والے کو سمسار کہتے ہیں۔

سِمْسار، من يتوسّط ويجمَعُ بين البائع والمشتري[8]

ترجمہ: وہ شخص جو بیچنے والے اور خریدار کے درمیان واسطہ بنتا ہے اور سودا کرواتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

من يُنادِي على السِّلعة لتباع بالمزاد أو بالمُساومة[9]

ترجمہ: یعنی جو شخص نیلامی یا بھاؤ تاؤ کے ذریعے چیزوں کی خرید و فروخت کے لیے آوازیں لگاتا ہے۔

آڑھت بائع اور مشتری کے درمیان رابطے کو ذریعہ بننے والے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک شخص اپنا سامانِ تجارت فروخت کرتا ہے اور ایک سامانِ تجارت کو خریدتا ہے اور جو شخص اِن دونوں کے درمیان رابطہ کروائے اُسے آڑھت کہتے ہیں۔

اردو میں آڑھت کے معنیٰ:

آڑھت کا لفظ برصغیر پاک و ہند میں بھی استعمال ہوتا تھا اُس وقت کی سرکاری زبان سنسکرت تھی اور سنسکرت میں آڑھت کے

لیے لفظ ارتھ استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو شخص سخت محنت و مشقت کے بعد خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان رابطہ کروائے اور پھر سامانِ تجارت کی ترسیل کروائے اور اپنی کمیشن لینے والے کو آڑھت کہتے ہیں۔

---

7 ۔ الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو، دار المعرفہ لبنان، س ن، ج2 ص197،

8 ۔ عمر، احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، عالم الکتب 1429ھ، ج1، ص764

9 ۔ ایضاً

سنسکرت زبان میں اصل لفظ ارتھ ہے اور اس سے ماخوذ اردو مستعمل آڑھت ہے۔ سب سے پہلے 1845ء میں "حکایات سخن سنج" میں مستعمل ملتا ہے۔ آڑھت تین معنوں میں مستعمل ہے:

- دکان، مکان یا جگہ وغیرہ جہاں پر لوگوں کا مال بکنے کے لیے آئے اور بیچنے والے کا حقُّ المحنت (مشقت کے بدلے حاصل ہونے والے جائز نفع) دیا جائے، گنج، تھوک کی دکان ایجنسی، کمیشن پر خرید و فروخت کا کاروبار
- معاملہ کرانے اور مال بکوانے کا معاوضہ، دلالی، کمیشن، دستوری
- خرید و فروخت کا رابطہ، لین دین[10]

قرآنِ مجید کی روشنی میں آڑھت:

قرآنِ مجید میں عربی لفظ سمسار اور اردو لفظ آڑھت استعمال نہیں ہوا لیکن اسلام امانت و دیانت داری، عدل و انصاف، تجارت و وکالت جیسے اخلاقی اقدار پر زور دیتا ہے۔ کیوں کہ یہ اقدار خرید و فروخت کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ[11]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں آڑھت:

قرآنِ مجید میں لفظ آڑھت بظاہری استعمال نہیں ہوا لیکن احادیث مبارکہ میں آڑھت کے لیے عربی لفظ سمسار استعمال ہوا ہے یہ سمسار انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جس معنوں میں ہم آڑھت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد مبارک میں سمسار یعنی آڑھتیوں کے لیے عزت کا لفظ تاجر استعمال ہوا ہے۔ یعنی اس عہد میں آڑھت کا کام کرنے والوں کو تاجر بھی کہتے ہیں۔ مشہور اصطلاح میں تاجر اپنا سامان فروخت کرنے والے کو کہتے ہیں لیکن خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِن کے لیے عزت کا لفظ استعمال فرمایا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت قیس بن ابی غرزۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں:

كنّا نُسَمّى في عهدِ رسولِ اللهِ ﷺ: سَمَاسِرَةً. فمرَّ بنا رسولُ اللهِ ﷺ فسمّانا باسمٍ هو أحسنُ منه.

---

[10] ۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، ص 17،

[11] ۔ النساء: ۲۹:۴

فقال: یامعشرَ التُّجَّارِ، إنَّ البیعَ یحضرُہ اللغوُ والحلفُ، فشُوبوہ بالصَّدقۃِ[12]

ترجمہ: ہم لوگ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دور میں "سمسار" (آڑھتی) کہلاتے تھے، ایک دن نبی ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں اس سے بہتر نام "تاجر" دیا، اور فرمایا: اے تاجرو! بے شک خرید و فروخت میں لغو باتیں اور قسمیں آ جاتی ہیں، لہٰذا اسے صدقہ سے پاک کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سمسار یعنی آڑھت کا تصور خاتم النبیین ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا اور ان آڑھتیوں کو خرید و فروخت کے حوالے سے انہیں بہترین اخلاق اپنانے اور انہیں صدقہ دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

آڑھتی کو تلقّی جلَب کی اجازت نہیں:

تلقی جلب سے مراد یہ ہے کہ آڑھتی دیہات یا بیرون شہروں سے آنے والے سامانِ تجارت کو بازار تک پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں خرید لیتے ہیں۔ یہ آڑھتی اسی سامانِ تجارت کو مہنگے داموں میں فروخت کرتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ عن ابن عمر، أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن تلقی السلع حتی یھبط بھا الأسواق"[13]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ سامان تجارت کو راستے میں ہی خرید لیں جب تک وہ سامان بازار میں نہ پہنچ پائے۔

تلقی جلب کی وضاحت فتح القدیر میں یوں بیان کی گئی ہے: "وللتلقی صورتان: إحداھما أن یتلقاھم المشترون للطعام منھم فی سنۃ حاجۃ لیبیعوہ من أھل البلد بزیادۃ. وثانیتھما أن یشتری منھم بأرخص من سعر البلد وھم لا یعلمون بالسعر[14] ترجمہ: تلقی جلب کی دو صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ حاجت کے زمانے میں شہر کے خریدار باہر سے غلہ لانے والے تاجروں سے ملاقات کر کے ان سے غلہ خرید لیں، تاکہ شہریوں کو مہنگے داموں بیچیں اور دوسری صورت یہ کہ ان سے شہر کے ریٹ سے کم ریٹ میں غلہ خرید لیں اس حال میں کہ باہر کے تاجر شہر کے ریٹ سے ناواقف ہوں۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ ارشاد فرماتے ہیں: "خاتم النبیین ﷺ نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں، اُن کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ

---

12 ۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی التجارۃ یخالطھا، رقم الحدیث: 3326

13 ۔ ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، مسند الامام احمد، باب مسند عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، رقم الحدیث: 5304

14 ۔ شوکانی، امام محمد بن علی، فتح القدیر، جلد 6، ص 477، مطبوعہ دار الفکر

اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہو گا، نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تاجر کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا: اٹھارہ سیر کے ہیں، دھوکہ دے کر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں، تو ممانعت نہیں۔"[15]

شہری دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے

خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد مبارک میں تاجر دیہاتوں سے آنے والے قافلوں کا سامانِ تجارت راستے سے خرید لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے سامانِ تجارت مہنگے داموں فروخت ہوتا ہے اس لیے خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شہری کو دیہاتی کے لیے مال فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ»، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: «لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا»[16]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیہات سے آنے والے قافلوں سے راستے میں خریدنے اور شہری کے دیہاتی کی طرف سے (مال) بیچنے سے منع فرمایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے تو فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے لیے دلال (آڑھتی) نہ بنے۔

اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں۔

قَالَ فِي الْفَتْحِ الْحَلْوَانِيُّ: هُوَ أَنْ يَمْنَعَ السِّمْسَارُ الْحَاضِرُ الْقَرَوِيَّ مِنْ الْبَيْعِ وَيَقُولَ لَهُ: لَا تَبِعْ أَنْتَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ فَيَتَوَكَّلَ لَهُ وَيَبِيعَ وَيُغَالِيَ، وَلَوْ تَرَكَهُ يَبِيعُ بِنَفْسِهِ لَرَخَّصَهُ عَلَى النَّاسِ[17]

ترجمہ: فتح الحلوانی میں لکھا ہے: اس میں منع صورت یہ ہے کہ کوئی موجود سمسار (آڑھتی) دیہاتی کو (شہر میں) خود بیچنے سے روک دے اور کہے: تم مت بیچو، میں اس کام کو بہتر جانتا ہوں۔ پھر وہ (سمسار) اس کی طرف سے وکالت لے کر چیز فروخت کرے اور (قیمت میں) حد سے زیادہ اضافہ کرے، حالانکہ اگر وہ دیہاتی خود چیز فروخت کرتا تو لوگوں کے لیے سستی قیمت پر فروخت کرتا۔

---

[15] ۔ اعظمی، محمد امجد علی، بہارِ شریعت، جلد 2، صفحہ 724 مکتبۃ المدینہ، کراچی

16 ۔ النیشاپوری، مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر، باب تحریم بیع الحاضر لباد، رقم الحدیث: 1521

17 ۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی در المختار، دار الفکر بیروت 1412ھ، ج 5، ص 102

المختصر یہ کہ دیہاتی کا مال شہری کو بیچنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیوں کہ شہری مارکیٹنگ کے بارے میں جانتا ہے اسے قیمتِ خرید اور فروخت کا علم بھی ہے لیکن اس کے باوجود دیہاتی کو بازار میں سامانِ تجارت فروخت کرنے سے منع کرتا۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے دیہاتی زیادہ منع کما سکتا ہے اور شہری آڑھتی کمیشن سے محرم رہ جائے گا۔ اگر دیہاتی خود اپنا سامانِ تجارت بیچنے کے لیے آڑھتی کے پاس آئے اور کہے کہ میرا یہ مال بازار میں فروخت کر دو اور بدلے میں میں تمہیں اتنی کمیشن دوں گا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور رہی بات حدیث مبارکہ کی جس میں شہری کو دیہاتی کا مال فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے تو اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1. شہری آڑھتی سستے داموں میں سامانِ تجارت کو خرید کر مہنگے داموں فروخت کرے گا۔
2. عوام النّاس کو مہنگے داموں میں سامانِ تجارت خریدنا پڑے گا۔
3. افراطِ زر میں اضافہ ہو گا۔
4. سامانِ تجارت بازار میں مختلف پراسس سے گزر کر خریدار کے پاس آئے گا۔ یعنی پہلے آڑھتی کسان سے مال خریدے گا پھر اسے اپنے اڈے پر لے جائے گا، بولی لگائے گا اور پھر گاہک خریدے گا۔
5. قحط میں اضافہ ہو گا۔

فتح القدیر میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ کیوں دیہاتی اپنا سامان شہری کا فروخت نہ کرے۔

قوله وعن بيع الحاضر للبادي) تقدم النهي عنه، ومحمل النهي (إذا كان أهل البلد في عوز) أي حاجة (أو قحط وهو يبيع من أهل البدو طمعا في الثمن الغالي) للإضرار بهم وهم جيرانه (أما إذا لم يكن كذلك فلا بأس لانعدام الضرر) وقال الحلواني: هو أن يمنع السمسار الحاضر القروي من البيع ويقول له لا تبع أنت أنا أعلم بذلك منك فيتوكل له ويبيع ويغال[18]

ترجمہ: مصنف کا قول ہے کہ شہری کا دیہاتی کے لیے بیچنے کے بارے میں، کہ پہلے بھی منع کیا گیا ہے اور منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب (شہری) یہ معاملہ اس وقت کرے جب کہ اہلِ شہر ضرورت مند ہوں یا قحط سالی ہو، اور وہ (شہری) دیہاتی سے (مال خرید کر) اس نیت سے بیچے کہ زیادہ قیمت حاصل کرے—تو یہ (معاملہ) ان دیہاتیوں کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوتا ہے، حالانکہ وہ (دیہاتی) اس کے پڑوسی اور ہم وطن ہوتے ہیں۔ **البتہ اگر ایسا نہ ہو** (یعنی شہر میں قحط یا ضرورت نہ ہو، اور نہ ہی نیت دھوکا دینے کی ہو) **تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں کسی کا نقصان نہیں** ہوتا۔ اور **حلوانی** نے کہا ہے: یہ اس صورت

[18] ۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، مکتبہ شاملہ، ج6، ص478

میں ہوتا ہے کہ کوئی حاضر (شہری) سمسار، دیہاتی کو خود فروخت کرنے سے روک دے اور کہے: "تم مت بیچو، میں اس معاملے کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔" پھر وہ شہری اس کی طرف سے وکالت لے کر فروخت کرے اور قیمت بڑھا چڑھا کر لے۔

کیا آڑھتی دونوں فریقین سے کمیشن لے گا؟

اگر آڑھتی بھاگ دوڑ اور محنت و کوشش کر کے بیع اور مشتری کے درمیان عقد کروا دے اور دونوں سے کمیشن لے لے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کسی جگہ یہ رواج ہو کہ کمیشن بائع دے گا یا مشتری دے گا تو پھر ایک سے کمیشن لینا جائز ہے۔ اور اگر آڑھتی بائع کا نمائندہ بن کر خود خرید و فروخت کرے تو پھر صرف بائع سے ہی کمیشن لینے کا حق دار ہے مشتری سے کمیشن لینے کا حق دار نہیں ہے۔ ہمارے ہاں آڑھتی حضرت کسان کی نمائندگی کرتے ہیں اِسی لیے کسان سے ہی کمیشن لینے کے حق دار ہیں۔

العقود الدریہ میں ہے:

وفي فوائد صاحب المحيط: الدلال إذا باع العين بنفسه، ثم أراد أن يأخذ من المشترى الدلالة ليس له ذلك، لأنه هو العاقد حقيقة وتجب على البائع الدلالة، لأنه فعل بأمر البائع هكذا أجاب ثم قال ولو سعى الدلال بينهما وباع المالك بنفسه يضاف إلى العرف إن كانت الدلالة على البائع فعليه وإن كانت على المشترى فعليه وإن كانت عليهما فعليهما[19]

ترجمہ: اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ دلال نے (مالک کی) چیز خود بیچی، پھر خریدنے والے سے بھی کمیشن لینا چاہتا ہے، تو اس کے لیے یہ جائز نہیں، کیونکہ یہاں حقیقتاً وہی عقد کر رہا ہے اور اس کا کمیشن بائع پر لازم ہو گا، کیونکہ اس نے بائع کے حکم سے ہی چیز بیچی ہے، صاحب محیط نے یونہی جواب دیا، پھر کہا: اور اگر دلال نے بائع اور مشتری دونوں کے درمیان محنت و کوشش کی، لیکن مالک نے چیز خود بیچی، تو عرف دیکھا جائے گا، اگر عرف میں کمیشن بائع کے ذمے ہو، تو اس پر کمیشن لازم ہو گا اور اگر مشتری کے ذمے ہو، تو اسی پر لازم ہے اور اگر دونوں کے ذمے ہو، تو دونوں پر لازم ہے۔

خرید و فروخت میں اجرت لینے والے کے لیے استعمال ہونے والے مختلف الفاظ:

الفاظ	عربی مترادفات	اردو مفہوم
آڑھتی (commission Agent)	سمسار	کسان کا مال کمیشن پر فروخت کرتا ہے اور کمیشن لیتا ہے۔
دلال (Middleman)	الدلالة	خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان زبانی معاہدہ طے کرواتا ہے۔

[19] ۔ علامہ، ابن عابدین، محمد امین بن عمر، العقود الدریۃ في تنقيح الفتاوى الحامدية مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ج 1، ص 247،

بروکر (Broker)	وسِیْط	خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان رابطہ کرواتا ہے لیکن مال کو اپنی تحویل میں نہیں لیتا۔(کمیشن لیتا ہے) تجارتی سودے کرتا ہے۔
ایجنٹ(Agent)	المُسَوِّق	مال بیچنے والا یا مارکیٹنگ کرنے والا(انشورنس، ٹریول ایجنٹ)
ٹھیکے دار(Contractor)	الجَاعِل	اجرت پر معاملہ طے کروانے والا(مکمل ذمہ داری خود لیتا ہے۔)

وہ تمام الفاظ جو خرید و فروخت میں اجرت لینے والے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱۔الدلالۃ(دلال) کی لغوی تعریف:

الدَّلَّالُ: مَنْ يَدُلُّ النَّاسَ عَلَى السِّلَعِ وَيُسَاعِدُ فِي بَيْعِهَا، وَيَأْخُذُ أُجْرَةً عَلَى ذَلِكَ[20]

ترجمہ: دلال: وہ شخص جو لوگوں کی راہنمائی اشیاء کی طرف کرتا ہے اور ان کی فروخت میں مدد کرتا ہے، اور اس پر اجرت بھی لیتا ہے۔

آج کے دور میں دلال پراپرٹی ڈیلنگ میں زمین، گھر اور دکان، گاڑیوں اور مشینوں کی فروخت اور نیلامی وغیرہ کی فروخت میں مالک کی چیز کے فوائد کو بیان کر کے سودا کرواتا ہے۔ فتویٰ عالمگیر میں اِسے باب الدلالۃ میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۔وَسِیْط(بروکر) کی لغوی تعریف:

الوَسِيطُ: مَنْ يَتَوَسَّطُ بَيْنَ طَرَفَيْنِ لِتَسْهِيلِ عَقْدٍ أَوْ صَفْقَةٍ[21]

ترجمہ: وسیط: وہ شخص جو دو فریقوں کے درمیان معاہدہ یا سودا طے کرانے کے لیے واسطہ بنتا ہے۔

بروکر دو فریقین جن کا تعلق مالیاتی یا قانونی معاملات سے ہو اِن کے درمیان ثالثی نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مال اپنی تحویل میں نہیں لیتا بلا کہ باہر باہر سے ہی سامان کا سودا کرتا ہے۔ اس کا استعمال بینک میں، اسٹاک مارکیٹ، آن لائن کاروبار کرنے، بیمہ کمپنی اور انٹرنیشنل لین دین میں ہوتا ہے۔ یہ موجودہ دور میں فقہ کی جدید اصطلاح وسیط مالی ہے۔

20 ۔ الافریقی، ابن منظور محمد بن مکرم بن احمد انصاری، جلد 11، ص236

21 ۔ مجمع اللغۃ العربیۃ، المعجم الوسیط، قاھرۃ، 2004 جلد2، ص 1021،

۳۔ المُسَوِّق (ایجنٹ) کی لغوی تعریف:

المُسَوِّقُ: مَنْ يَقُومُ بِتَرْوِيجِ السِّلَعِ أَوِ الْخَدَمَاتِ لِزِيَادَةِ الْمَبِيعَاتِ[22]

ترجمہ: مسوّق: وہ شخص جو اشیاء یا خدمات کی تشہیر کرتا ہے تاکہ فروخت میں اضافہ ہو۔

مسوق وہ شخص یا ادارہ ہوتا ہے جو کسی چیز یا کمپنی کی مصنوعات کی تشہیر یعنی اس کی فروخت میں بہتری پیدا کرتا ہے۔ اس کا استعمال کمپنیوں کی سیلز ٹیم، ای کامرس اور آن لائن مارکیٹنگ، اشتہارات اور پروموشن، ڈیجیٹل مارکیٹنگ ایجنسیز میں ہوتا ہے۔

۴۔ الجَاعِل (جاعل / ٹھیکے دار) کی لغوی تعریف:

الجَاعِلُ: مَنْ يَعْرِضُ أُجْرَةً عَلَى مَنْ يُؤَدِّي عَمَلًا مُعَيَّنًا، دُونَ عَقْدٍ مُلْزِمٍ[23]

ترجمہ: جاعل وہ شخص جو کسی مخصوص کام کے بدلے کی اجرت بغیر کسی لازم معاہدے کے کرے۔

جاعل وہ شخص ہوتا ہے جو پہلا کسی سے کام کروانے کا عہد کرتا ہے اور پھر بعد میں اجرت دینے کا عہد کرتا ہے۔ اور یہ عقد الجعالۃ کہلاتا ہے۔ اس کا استعمال کسی بھی قسم کی بلڈنگز بنوانے، خدمات کے معاہدات، شرط پر اجرت لینے کے کام اور کام کے بدلے میں انعامات نوازنے یعنی گمشیدہ چیز تلاش کرنے پر انعام دیتا ہے۔ عقد الجعالۃ کا بیان "بدائع الصنائع اور المغنی" وغیرہ میں ہے۔

آڑھتی کے لیے شریعت میں احکام

قرآن وحدیث کی روشنی میں آڑھتیوں کے لیے شریعت میں درج ذیل احکام بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ جائز چیز کی خرید و فروخت کرے:

آڑھتیوں کے لیے شرعی احکام میں سے پہلا احکام جائز اشیاء کی خرید و فروخت کرنا ہے۔ اسلام نے حلال اشیاء کی تجارت پر زور دیا ہے اور حرام اشیاء کی تجارت کی ممانعت کی ہے۔ قرآنِ مجید کے مختلف مقامات پر حلال اشیاء کی تجارت کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا[24]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کا حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام فرمایا ہے۔

---

[22] ۔ کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، مولانا، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، لاہور 2011، ص 582،

[23] ۔ مجمع اللغة العربية، المعجم الوسيط، قاهرة، 2004 جلد 1، ص 144،

[24] ۔ البقرۃ: ۲:۲۷۵

ایسا سامانِ تجارت جس کی حرمت قرآن و حدیث میں بیان نہیں ہوئی اُن کی آڑھت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے آڑھتی کو چاہیے کہ پہلے وہ غور و فکر کرلے کے جس سامانِ تجارت کی وہ آڑھت کر رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ حلال اشیاء کی آڑھت کرے اور حرام اشیاء کی آڑھت سے دور رہے۔

۲۔ عیب کو چھپانے کی ممانعت:

آڑھتیوں کے لیے شرعی احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ آڑھتی جس چیز کی خرید و فروخت کر رہا ہے اگر اس میں عیب ہو تو اُس عیب کو نا چھپائے بلکہ اپنے مال کی خوبیوں اور خامیوں کو گاہک کے سامنے اجاگر کرے، گاہک کی مرضی خامی والی مال خریدے یا نہ خریدے۔ لیکن آڑھتی کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ قبل از وقت یا بولی کے وقت یا سودا ہوتے وقت مال کی خوبیاں اور خامیاں بتائے۔ اور جیسے گھٹیا اور عیب دار مال کو نیچے رکھنا اور عمدہ و فریش مال کو اوپر رکھنا تاکہ خریدار یہ دھوکہ کھا جائے کہ سب مال عمدہ ہی ہیں 'ناجائز، حرام اور گناہ کبیرہ ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ حضرت واثلہ بن الاسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

مَنْ بَاعَ عَيْباً لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللهِ، وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ[25]

ترجمہ: جس نے کسی عیب دار چیز کو فروخت کیا اور اس عیب کو بیان نہیں کیا تو وہ مسلسل اللہ کے غضب اور ناراضگی میں رہتا ہے اور فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

فروخت کے وقت اگر چیز میں عیب ہو تو عیب بتانا ضروری ہے۔ جیسے علی بن حفص بزاز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے روایت ہے کہ "میرے والد حفص بن عبد الرحمن رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اور امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے شریک تجارت تھے، امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ ان کے پاس سامان بھیجا کرتے تھے، ایک مرتبہ سامان بھیجا تو ان کو خبردار کر دیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں عیب ہے، جب بیچنا تو بیاں کر دینا، حفص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے سامان بیچ دیا؛ لیکن خریدار کو عیب بتلانا بھول گئے اور خریدار کا پتہ بھی معلوم نہ ہو سکا، جب امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو علم ہوا تو کل مال کی قیمت خیرات کر دی اور حفص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو شرکت سے الگ کر دیا۔ یہ رقم تیس ہزار درہم تھی۔"[26]

اس واقعہ سے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عیب کو بیان کرنا خاتم النبیین ﷺ کی سنت ہے اور اسی سنت پر صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اجمعین، تابعین و مابعد فقہا و علماء قائم ہیں۔

---

25 ۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب تحریم الغش فی البیع، رقم الحدیث 2247

26 ۔ صالحی، محمد بن یوسف، علامہ، مترجم مولانا عبداللہ بستوی مہاجر، تذکرۃ النعمان: ص:209-208، مطبوعہ شیخ الہند اکیڈمی، 2013

۳۔ قسم کھا کر مال فروخت کرنے کی ممانعت:

آڑھتیوں کے لیے شرعی احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر فروخت کرنے سے باز رہیں کیوں کہ جھوٹی قسم کھانے سے خریدار کو یقین تو آجاتا ہے لیکن اُس مال میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جب برکت ختم ہو جاتی ہے تو پھر کثرتِ مال بھی ذرہ برابر محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے آڑھتیوں کو بھی چاہیے کہ وہ جھوٹی قسم کھا مال فروخت نہ کریں۔ قرآنِ مجید میں قسم کھانے کی مذمت کی گئی ہے۔ "وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ"[27]

ترجمہ: اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ۔

آڑھتیوں کے لیے قسم کھا کر مال فروخت کرنا ناجائز اور گناہ ہے کیوں کہ بہت سی احادیث مبارکہ میں قسم کھا کر مال فروخت کرنے کی وعید آتی ہے۔

ان أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ[28]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خود نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (سامان بیچتے وقت دکاندار کے) قسم کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا، مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ[29]

حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تین (قسم کے لوگ) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے روز اِن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور اِن کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "خاتم النبیین ﷺ نے اِسے تین بار دہرایا۔" حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: "ناکام ہو گئے اور نقصان سے دوچار ہوئے، اے اللہ کے

---

27 ۔ النحل: ۱۶: ۹۴

28 ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المسند، کتاب الاجارہ، باب راعی الغنم علی قراریط، رقم الحدیث 2287

29 ۔ مالک بن انس، مؤطا الامام، دار إحياء التراث العربي، بيروت، باب جامع البیوع، رقم الحدیث: 99

رسول خاتم النبیین ﷺ! یہ کون ہیں؟" فرمایا: "کپڑا (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم سے اپنے سامان کی مانگ بڑھانے والا۔"

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ جب بازار تشریف لے جاتے تو تاجروں کی جماعت کو مخاطب کرتے اور انہیں تجارت کے متعلق مختلف ہدایات فرماتے۔ جیسے زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو، زیادہ قسمیں اٹھانا برکت ختم کرتیں ہیں اور زیادہ قسمیں اٹھانا برکت کو مٹا دیتیں ہیں۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا بازار میں جا کر تاجروں کو ہدایات دینے کا ذکر موجود ہے حضرت زادان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ بازار آتے تھے: "لوگوں کو سلام کرتے، پھر فرماتے: اے تاجروں کی جماعت! بیع میں زیادہ قسم کھانے سے بچو؛ اس لیے کہ یہ تجارت اور کاروبار کو رائج کرتا اور فروغ دیتا ہے؛ لیکن برکت کو مٹا دیتا اور ختم کر دیتا ہے۔"[30]

۴۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت:

آڑھتیوں کے لیے شرعی احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ آڑھتی ناپ تول میں کمی نہ کریں کیوں کہ ناپ تول میں کمی کرنا گناہ بھی ہے اور حرام بھی۔ قبل از اسلام ناپ تول میں کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم، قومِ مدین کو تباہ وبرباد کیا۔ قوم مدین کے کفروشرک کے علاوہ ان میں ناپ تول میں کمی کرنے کی برائی اپنے عروج پر تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ملیامیٹ کیا۔ اسلام کی آمد کے بعد جب خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہاں کے لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے اِن میں ایک بُرائی یہ تھی کہ یہ لوگ جب بھی کوئی چیز خریدتے تو زیادہ وصول کرتے تھے لیکن جب اُسی چیز کو فروخت کرتے تو کم تولتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی اس بُرائی کو مٹانے کے لیے خاتم النبیین ﷺ پر سورت اَلۡمُطَفِّفِیۡنَ نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَۙ۰۰۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَٞۖ۰۰۲ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَؕ۰۰۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَۙ۰۰۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍۙ۰۰۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَؕ۰۰۶ ۔[31]

ترجمہ: خرابی اور عذاب شدید ہے گھٹانے والوں کے لیے، وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر، یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر اور کم کرکے دیتے ہیں۔ کیا وہ لوگ خیال نہیں رکھتے کہ ان کو اٹھایا جائے گا۔ اس بڑے دن کے واسطے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

---

30 ۔ ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہم، المصنف في الأحاديث والآثار، باب في جوار الازار وما جاء فيه، رقم الحدیث: 24813

31 ۔ المطففین: ۸۳: ۱-۶

جب خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو مہاجرین کی جماعت سے مخاطب ہو کر انہیں پانچ چیزوں سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا اِن میں سے ایک چیز ناپ تول میں کمی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ:

قال رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ [32]

ترجمہ: جب بھی وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں تو صراحتاً فرمایا ہے کہ انہیں ظلم بادشاہ کے ذریعے سزا دی جائے گی۔ اس سے مراد ایسے حکمرانوں کا مسلط ہو جانا ہے جو انصاف کے تقاضے پورے نہیں کریں گے، ناجائز ٹیکس لگائیں گے، اپنے حقوق کا ناجائز استعمال کریں گے اور اظہار رائے کی آزاد چھین لیں گے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

إذا جِئْتَ أرضاً يُوفُونَ المكيالَ والميزانَ فَأَطِلِ القيامَ بها، وإذا جئت أرضاً يَنْقُصُونَ المكيالَ والميزانَ فَأَقْلِلِ المُقامَ بها [33]

ترجمہ: جب تم ایسی سرزمین میں پہنچو، جہاں لوگ ناپ تول پورا پورا کرتے ہیں تو وہاں زیادہ دنوں تک ٹھہرو (اگر تم کو ضرورت ہو)۔ اور اگر تم ایسی سرزمین میں پہنچو، جہاں لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو تم وہاں قیام کم کرو (اس لیے کہ اُن کی نافرمانیوں کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں اللہ کا کوئی عذاب نازل ہو جائے اور تم بھی اس میں گرفتار ہو جاؤ)۔

۵۔ آڑھتیوں کا کسانوں کو مختلف تحائف دینے کی ممانعت:

آڑھتی کسانوں کو صرف اس نیت سے تحائف دیتے ہیں تا کہ کسان یہ سمجھے یہ کہ آڑھتی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور کسان آڑھتی کی محبت میں آکر اپنی فصل کم داموں بیچتا ہے۔ شریعت میں یہ تحائف دینا حرام اور رشوت کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ رشوت کی حرمت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا روایت کرتے ہیں کہ لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی [34]

---

[32] ۔ ابن ماجہ: ۴۰۱۹

[33] ۔ مالک، انس بن مالک، موطأ امام مالک، باب البیوع، رقم الحدیث: ۲۵۲۴

[34] ۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سلیمان، جامع الترمذی، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، رقم الحدیث 1336

ترجمہ: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

تحائف اور رشوت میں چوں کہ فرق ہوتا ہے اس کا آسان اور سادہ فرق یہ ہے کہ جو کام جائز طریقوں سے نہ ہو، اس کام کو کروانے کے لیے جو رقم یا کوئی اور چیز جائے تو وہ رشوت ہے۔ جب کہ تحائف آپس میں محبت کے تبادلے میں دیئے جاتے ہیں۔ اور فرق یہ بھی ہے کہ رشوت میں شرائط ہوتی ہیں اور تحائف میں شرائط نہیں ہوتیں۔ مشہور فقہی کتاب بحر الرائق میں رشوت اور ہدیہ میں فرق واضح کیا گیا ہے۔ کہ **أن الفرق بين الهدية والرشوة أن الرشوة ما يعطيه بشرط أن يعينه والهدية لا شرط معها ترجمہ: ہدیہ تحفہ**[35] ترجمہ: رشوت اور ہدیہ میں فرق ہے کہ رشوت وہ مال ہے جو اس شرط کے ساتھ دی جائے کہ رشوت لینے والا رشوت دینے والے کی کسی بھی معاملے میں مدد کرے گا جب کہ ہدیہ وہ مال ہے جس کے ساتھ کوئی شرط منسلک نہیں ہوتی۔ احادیث مبارکہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے کو جہنمی قرار دیا گیا ہے۔ فقہاء نے رشوت لینے اور رشوت دینے کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ امام احمد رضا بریلوی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ ارشاد فرماتے ہیں:

"رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، کسی حالت میں جائز نہیں۔ جو پرایا حق دبانے کے لیے دیا جائے رشوت ہے، یونہی جو اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے، رشوت ہے۔"[36]

۶۔ ذخیرہ اندوزی کرنے کی ممانعت:

آڑھتیوں کے لیے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ آڑھتی صرف اس نیت کے ساتھ مال ذخیرہ نہ کریں کہ بازار میں جب قحط ہوگا تو میں اپنا مال مہنگے داموں میں فروخت کروں گا۔ ہاں اگر ویسے ہی آڑھتی کے پاس مال موجود ہے اور بازار میں ریٹ بڑھ گیا ہے تو آڑھتی اپنا مال فروخت کر کے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اسی کو تجارت کہتے ہیں اور تجارت میں نفع ونقصان دونوں ہوتے ہیں۔ اسلام نے تجارت کو حلال فرمایا ہے۔

غلے کو روکنا جسے شریعت میں احتکار کہتے ہیں یعنی ذخیرہ اندوزی کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الماعون میں عام ضرورت کی چیزوں کو روکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور عام ضرورت کی چیز روکتے ہیں۔[37] حدیث مبارک میں بھی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت آئی ہے۔

جب بازار میں اجناس کی کمی ہوتی ہے تو لوگ تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لیے ذخیرہ اندوزی حرام ہے اور یہ گناہ بھی ہے۔ ذخیرہ اندوزی کے تعریف بیان کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

---

35 ۔ نسفی، امام عبداللہ بن احمد، بحر الرائق،، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، ج6، ص285

36 ۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج23 ص597

37 ۔ الماعون: ۱۰۷:۷

احتکار وہیں کہلائے گا جبکہ اس کا غلہ روکنا وہاں والوں کے لیے مضر ہو یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہو جائے یا یہ صورت ہو کہ سارا غلہ اس کے قبضہ میں ہے، اس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے، دوسری جگہ غلہ دستیاب نہ ہو گا۔[38]

المختصر یہ کہ آڑھتی اجناس و دیگر سامانِ تجارت کو خرید کر رکھ سکتا ہے لیکن صرف اس لیے مال جمع کرے کہ بازار میں کمی کے باعث مہنگے داموں فروخت کرے تو ایسا کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

۷۔ امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت:

آڑھتیوں کے احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ جب کوئی کسان آڑھتی کے پاس اپنا سامانِ تجارت بیچنے کے لیے رکھوائے تو آڑھتی کو چاہیے کہ وہ نہ تو چیز تبدیل کرے اور نہ ہی خیانت کرے۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ کسان اپنا سامانِ تجارت رکھواتے وقت چاہے امانت کا لفظ ادا کرے یا نہ کرے وہ پھر بھی آڑھتی کے پاس امانت ہی ہے۔ قرآن و حدیث میں امانت و دیانت داری کے متضاد میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ خیانت ہے۔ اور خیانت واضح طور پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[39]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (خاتم النبیین ﷺ) کی امانت میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے ہو۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی امانت میں خیانت کی حرمت بیان ہوئی ہے جیسا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[40]

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

المختصر یہ کہ آڑھتی کے پاس کسان کا سامانِ تجارت امانت کی حیثیت رکھتا ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز نکال لینا یا تبدیل کرنا امانت میں خیانت کہلاتا ہے۔ لہٰذا آڑھتیوں کو چاہیے کہ وہ کسان کے سامانِ تجارت کو امانت سمجھیں اور دیانت داری کا مظاہرہ کریں۔

---

[38] ۔ اعظمی، محمد امجد علی، بہارِ شریعت، مکتبہ المدینہ، کراچی، ج3، ص482

[39] ۔ الانفال: ۸: ۲۷

[40] ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم الحدیث: 33

۸۔ آڑھتی کے پاس سے چوری ہونے پر تاوان کس کے ذمے؟

آڑھتیوں کے لیے احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ آڑھتی کے پاس کسان کا مال امانت ہے۔ آڑھتی خیانت نہیں کر سکتا لیکن اگر آڑھتی ایمان دار بھی ہے اور سامانِ تجارت چوری ہو گیا ہے تو پھر آڑھتی تاوان نہیں بھر سکتا لیکن اگر آڑھتی خائن ہے تو پھر نصف تاوان بھرے گا۔ آڑھتی تاوان بھرے گا یا نہیں بھرے گا اس کے بارے میں متعقدمین اور معاصر فقہاء کی مختلف آراءہیں۔ اور اجیر مشترک پر تاوان کے حوالے سے فتاوی شامی میں ہے:

اعلم ان الهلاك اما بفعل الاجير أولا، والأول أما بالتعدى اولا، والثانى اما ان يمكن الاحتراز عنه أولا ففى الأول بقسميه يضمن اتفاقا، وفى ثانى الثانى لا يضمن اتفاقا، وفى أوله لا يضمن عند الامام مطلقا ويضمن عندهما مطلقا وافتى المتاخرون بالصلح على نصف القيمة مطلقا، وقيل أن مصلحا لا يضمن وان غير مصلح ضمن، وأن مستورا فالصلح(41)

ترجمہ: نہ تو جان لے کہ شے کا ہلاک ہونا یا تو اجیر کے فعل سے ہو گا یا نہیں اور پہلی صورت میں تعدی ہو گی یا نہیں اور دوسری صورت میں اس سے بچنا ممکن ہو گا یا نہیں، تو پہلی صورت کی دونوں قسموں میں بالاتفاق تاوان ہو گا اور دوسری کی دوسری شق میں بالاتفاق تاوان نہیں ہو گا اور دوسری صورت کی پہلی شق میں امام اعظم رَحۡمَةُاللّٰهِ عَلَيۡهِ کے نزدیک مطلقا تاوان نہیں اور صاحبین علیہم الرحمہ کے نزدیک مطلقا تاوان ہے اور متاخرین نے مطلقاً نصف قیمت پر صلح کرنے کا فتوی دیا ہے اور ایک قول یہ کیا گیا کہ اجیر اگر دیانتدار ہے، تو تاوان نہیں ہو گا اور دیانتدار نہیں، تو تاوان ہو گا اور مستور الحال ہے، تو نصف پر صلح ہو گی۔

۹۔ بولی کے وقت آڑھتیوں کا اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ریٹ بڑھانا:

آڑھتیوں کے احکام میں سے ایک احکام یہ بھی ہے کہ آڑھتی سودے پر سودا نہ کریں اور نہ ہی بولی کو بڑھائیں۔ آڑھتی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے بولی بڑھاتے ہیں تاکہ اصل خریدار بولی سن کر مزید بڑھائے، اسلام میں ایسا کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ بولی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک بولی جائز ہے اور دوسری بولی ناجائز ہے۔

بیوع کی جائز اقسام میں سے ایک قسم بیع بالمزایدۃ بھی ہے۔ عرفِ عام میں اِسے بولی والی بیع کہتے ہیں۔ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کو فروخت کرنے کے لیے بازار جائے اور پھر لوگوں سے پوچھے کہ وہ کتنے میں خریدیں گے؟ مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک کلو گندم کا ریٹ ساٹھ روپے لگایا ہے اور فروخت کرنے والا آدمی کہے کہ میں ساٹھ روپے سے زیادہ کا

---

41 ۔ شامی، محمد امین عابدین، فتاوی شامی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ج6، ص65

بیچوں گا تو یہ آدمی ساٹھ روپے سے زیادہ والے آدمی کو فروخت کرے۔ اِس کی دلیل ہمیں حدیث مبارکہ میں بھی ملتی ہے۔
بولی لگا کر چیز بیچنے کا ثبوت حدیث پاک سے ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی، سنن نسائی اور مصنف عبد الرزاق میں حدیث مبارک ہے۔

عن انس ابن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم باغ جلسا وقدحا، وقال: من يشتري هذا الحلس والقدح، فقال رجل: اخذتهما بدرهم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: من يزيد على درهم، من يزيد على درهم؟ فاعطاء رجل درهمين فباعهما منه[42]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے حلس (اونٹ کی زمین یا کجاوے کے نیچے رکھنے والا کپڑا) اور پیالہ بیچا (یوں کہ) ارشاد فرمایا: کون اس کپڑے اور پیالے کو مجھ سے خریدے گا تو ایک شخص نے عرض کی کہ میں ان دونوں کو ایک درہم کے بدلے میں خریدوں گا، تو خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدے گا؟ ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے دو درہم پیش کیے، تو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اس کے ہاتھ دونوں چیزیں بیچ دیں۔

بولی کی دوسری قسم نجش ہے جو کہ ناجائز ہے۔ نجش یہ ہے کہ آدمی صرف بولی بڑھاتا ہے چیز کو خریدتا نہیں ہے بلکہ قیمت میں اضافے کے لیے بولی لگاتا ہے۔ حدیث مبارک میں نجش سے منع فرمایا گیا ہے نجش یہ ہے کہ آدمی خریدنے کے ارادے کے بغیر بولی میں قیمت بڑھائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن النجش**"[43]

ترجمہ: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے بیچ میں نجش سے منع فرمایا۔

نجش کی وضاحت بدائع الصنائع میں یوں بیان کی گئی ہے:

النجش: وهو ان يمدح السلعة ويطلبها بثمن ثم لا يشتريه بنفسه ولكن ليسمع غيره فيزيد في ثمنه وانه مكروه لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن النجش ولانه احتيال للاضرار باخيه المسلم[44]

[42] ۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء في بيع من یزید، ج 1، ص 231، مطبوعہ کراچی، رقم الحدیث ۱۲۶۱

[43] ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح، باب النجش، رقم الحدیث: 2142

[44] ۔ الکندی، محمد بن جعفر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعہ کوئٹہ، ج 4، ص 481

ترجمہ: بخش یہ ہوا کہ: سامان کی تعریف کرے اور مخصوص قیمت کے بدلے اس کا مطالبہ کرے، لیکن پھر اسے خود نہ خریدے، بلکہ (قیمت بڑھانے کا مقصد یہ ہو کہ دوسرا اس کی قیمت سن کر اس سے زیادہ قیمت لگائے، یہ مکروہ ہے، اس لیے کہ خاتم النبیین ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچانے کا ایک حیلہ ہے۔

۱۰۔ آڑھتی کا کسان کو قرض دینا تاکہ کم قیمت پر فصل خریدے:

قرض کے لین دین میں آڑھت کی جائز دو جائز صورتیں ہیں۔

1. کسان کو قرض دیتے وقت یہ بات پہلے ہی واضح کر دینی چاہیے کہ جو میں نے آپ کو قرض دیا ہے اس بنیاد پر اپ مجھے مال فروخت کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے۔ میں نے بس آپ کو قرض دیا ہے اور مقررہ مدت کے بعد اُتنا ہی قرض واپس لوں گا۔ اور رہی بات فصل فروخت کرنے کی تو آپ آزاد ہوں گے۔ آپ فصل اپنی مرضی سے کسی کو بھی فروخت کر سکتے ہیں۔ جب یہ تمام باتیں پہلے متعین ہو جائے تو پھر آڑھتی ہرگز کسان کو مجبور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کسان اپنی مرضی سے اپنی فصل اسی آڑھتی کو فروخت کرے، فروخت کرنا اور آڑھتی کا خریدنا شریعت کی رو سے جائز ہے۔ شرط یہ کہ اس میں کوئی شرعی خرابی نہ پائی جائے۔
2. کسان اور آڑھتی قرض کے لین دین کے بجائے بیع سلم کر لیں۔ کیوں کہ بیع سلم شرعی طور پر جائز ہے۔ بیع سلم معاہدے میں خریدار اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ چیز کا معاوضہ معاہدہ کرتے وقت ادا کر دیتا ہے اور طے شدہ مدت کے بعد وہ چیز اُس کے حوالے کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ کسان اور آڑھتی دونوں کے لیے جائز ہے۔ اس طرح کسان کو فصل کی بوئی کے لیے رقم بھی مل جائے گی اور آڑھتی کو مخصوص مدت کے بعد فصل بھی مل جائے گی۔ لیکن اس خرید و فروخت کا مخصوص طریقہ اور مخصوص شرائط ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً اس میں معاہدہ کرتے وقت بیچی جانے والی چیز کی جنس (یعنی وہ کیا چیز ہے) اس کی قسم، کوالٹی، مقدار اور ادائیگی کی مدت اور ادائیگی کا مقام طے کرنا ضروری ہوتا ہے، "مثلا: اگر گندم کی خرید و فروخت کا معاملہ ہو، تو گندم بیچنے والا یوں کہے کہ: "میں نے تمہیں فلاں کوالٹی کی، اتنے من گندم، اتنے روپے میں بیچی، جو اتنے مہینوں بعد فلاں جگہ سپرد کی جائے گی" اور خریدار کہے کہ: "میں نے خریدی" پھر وہ رقم اسی مجلس میں سپرد کر دے۔ اسی مجلس میں اگر مکمل رقم ادا نہ کی گئی، تو یہ معاملہ حرام ہو جائے گا"۔ [45]

45۔ عطاری، محمد فرحان افضل، آڑھت کے بارے میں شرعی احکام، ص14، مجلس افتاء (دعوت اسلامی)

نوٹ: یہ بات یاد رہے کہ بیع سلم کے طور پر جو چیز خریدی جا رہی ہے، وہ اس قسم کی ہونی چاہیے کہ خرید و فروخت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار سے مل سکے، ورنہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا، مثلاً گندم کی خریداری میں نئی گندم دینے کا تذکرہ نہ کیا جائے، کیونکہ اگر نئی گندم اس وقت بازار میں موجود نہ ہوئی، تو بیع سلم درست نہیں ہو گی۔

فقہاء کی آڑھت کی حلت کے جواز میں فتاویٰ:

فقہ حنفی کے نزدیک آڑھت:

امام ابو الحسن علی بن الحسین السغدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے قول کے مطابق آڑھت جائز ہے۔ کوئی دیہاتی شخص ہو یا شہری وہ اپنا سامانِ تجارت کسی بھی آڑھتی کے ذریعے فروخت کر سکتا ہے لیکن طے شدہ معاوضے کے بعد زائد لینا جائز نہیں۔ اگر پھر بھی اضافی قیمت حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ ہاں اگر آڑھتی پہلے ہی اپنی اجرت (کمیشن) طے کر لے اور مقررہ مدت گزرنے کے بعد اور مقررہ چیز فروخت کرنے کے بعد اپنی طے شدہ اجرت ہی لے گا۔ اور ایسا کرنا آڑھتی کے لیے جائز ہے۔

اجارة السمسار لا يجوز ذٰلِكَ وَكَذٰلِكَ لَو قَالَ بِعْ هَذَا الثَّوْبَ بِعشَرَةِ دَرَاهِم فَمَا زَادَ فَهُوَ لَكَ وان فعل فَلَهُ اجر الْمثل وَلَو اسْتَأْجر السمسار شهرا ليبيع لَهُ أَو ليَشْتَرِي بِكَذَا من الاجر جَازَ ذٰلِكَ[46]

ترجمہ: سمسار (آڑھتی) کو اس طرح کمیشن پر رکھنا جائز نہیں کہ اسے یوں کہا جائے: "یہ کپڑا دس درہم میں بیچ دو، اور جو اس سے زیادہ قیمت حاصل ہو، وہ تمہاری ہو۔" اگر اس نے ایسا کر لیا (یعنی اضافی قیمت رکھ لی)، تو اسے **اجرتِ مثل** (بازار کے مطابق عام اجرت) ملے گی (نہ کہ وہ اضافی رقم)۔ البتہ اگر کسی نے سمسار کو ایک مہینے کے لیے اس مقصد سے اجرت پر رکھا ہو کہ وہ اس کے لیے خرید و فروخت کرے، اور اجرت مقرر کر دی گئی ہو، تو **یہ جائز ہے۔**

فقہ مالکی کے نزدیک آڑھت:

فقہ مالکی کے نزدیک بھی آڑھت جائز ہے۔ یہاں تک کہ امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے ان کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے سوال کیا۔ کیا آڑھتی کے لیے اجرت (کمیشن) لینا جائز ہے تو امام صاحب نے کمیشن لینے کو بغیر کسی شرط کے جائز قرار دیا۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ فقہ مالکی کے ہاں بھی آڑھت جائز ہے اور آڑھتی کے لیے کمیشن لینا بھی جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ اس میں حرام کا کوئی پہلو بظاہر نظر نہیں آتا۔ امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے سوال:

46۔ السغدی، ابو الحسن علی بن الحسین، النتف فی الفتاویٰ، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1404ھ، ج2، ص575

فِي جُعْلِ السِّمْسَارِ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَلْ يَجُوزُ أَجْرُ السِّمْسَارِ فِي قَوْلِ مَالِكٍ؟ قَالَ: نَعَمْ سَأَلْتُ مَالِكًا عَنْ الْبَزَّازِ يَدْفَعُ إلَيْهِ الرَّجُلُ الْمَالَ يَشْتَرِي لَهُ بِهِ بَزًّا وَيَجْعَلُ لَهُ فِي كُلِّ مِائَةٍ يَشْتَرِي لَهُ بِهَا بَزًّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِذَلِكَ[47]

ترجمہ: **سمسار کو اجرت دینے کے بارے میں** میں نے (امام مالک کے شاگرد سے) پوچھا: کیا امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ کے نزدیک سمسار کی اجرت لینا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: **ہاں**، میں نے امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو کسی کپڑے والے (تاجر) کو مال دیتا ہے کہ وہ اس کے لیے اس مال سے کپڑا خریدے، اور اس کے عوض اسے ہر سو (100) درہم کے بدلے **تین دینار** اجرت دے۔ **تو امام مالک** رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ نے ارشاد فرمایا: **اس میں کوئی حرج نہیں۔**

المختصر یہ کہ فقہ حنفی کی طرح فقہ مالکی میں بھی آڑھت جائز ہے اور آڑھتی کے لیے کمیشن لینا بھی جائز ہے۔

فقہ شافعی کے نزدیک آڑھت:

فقہ شافعی کے پیروکار امام علامہ ابن حجر عسقلانی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ اپنی کتاب صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں میں عطاء بن ابی رباح، علامہ ابن سیرین اور ابراہیم نخعی کا قول ذکر کرتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آڑھت جائز ہے۔ جیسا کہ ابن حجر نے مختلف ائمہ کے اقوال کا تذکرہ فرمایا کہ اگر آڑھتی نقد خرید و فروخت کرے یعنی ایک ہاتھ لے اور دوسرے ہاتھ دے تو آڑھت جائز ہے۔ جیسا کہ اقوال ہیں۔

ولم ير بن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسا أما قول بن سيرين وإبراهيم فوصله بن أبي شيبة عنهما بلفظ لا بأس بأجر السمسار إذا اشترى يدا بيد وأما قول عطاء فوصله بن أبي شيبة أيضا بلفظ سئل عطاء عن السمسرة فقال لا بأس بها[48]

ترجمہ: ابن سیرین، عطاء، ابراہیم نخعی اور حسن بصری رحمہم اللہ نے **سمسار کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔** جہاں تک ابن سیرین اور ابراہیم نخعی کا تعلق ہے، تو ابن ابی شیبہ نے ان دونوں کا قول اس طرح نقل کیا ہے **": اگر آڑھتی نقد خرید و فروخت کرے تو اس کی اجرت میں کوئی حرج نہیں۔"** اور عطاء بن ابی رباح کے بارے میں بھی ابن ابی شیبہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ **عطاء سے آڑھتی کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔"**

المختصر یہ کہ امام شافعی کے پیروکاروں کے ہاں بھی آڑھتی بننے، بنانے اور کمیشن لینے پر کوئی حرج نہیں یعنی فقہ شافعی کے ہاں بھی آڑھت جائز ہے کیوں کہ اس میں گناہ اور حرام کا کام نہیں ہے۔

[47] ، مالک بن انس، المدونة، دارالکتب العلمیة بیروت 1415ھ، ج3، ص466

[48] عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دار المعارفة بیروت 1379ھ، ج4 ص451

فقہ حنبلی کے نزدیک آڑھت:

فقہ حنبلی کے نزدیک آڑھت جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ۔ جیسے آڑھتی جو بھی کام کر رہا ہے اس میں مکمل دیانت داری سے کام لے۔ دھوکے اور فریب جیسے اخلاقی اقدار سے دور رہے۔ اگر آڑھتی ان شرائط کے ساتھ آڑھت کرتا ہے تو یہ جائز ہے وگرنہ آڑھت جائز نہیں۔ شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے آڑھت کی کمائی حرام ہو جائے گی۔

غير أنه يجب على السمسار ليكون ما يأخذه حلالاً ، الإخلاص في التوسط، والبعد عن التغرير والتدليس مما يحرم عليه كسبه وأجرته وبذلك كان الاستئجار عليها إجارة شرعية صحيحة منتفعة معلومة ، أجرة معلومة ، وعمل له قيمته بين الناس وطريق للكسب لا شبهة فيه ، فكيف تحرم ولا تحل؟[49]

ترجمہ: البتہ یہ ضروری ہے کہ آڑھتی جو اجرت لے، وہ حلال اسی وقت ہوگی جب وہ دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ بیچ میں واسطہ بنے، اور فریب یا دھوکہ دہی سے مکمل طور پر بچے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس کا کمائی کرنا اور اجرت لینا حرام ہو جائے گا۔ اسی بنیاد پر جب سمساری پر اجرت لی جاتی ہے تو وہ ایک شرعی، درست اور جائز اجارہ (معاہدہ) بن جاتی ہے، جس میں اجرت بھی معلوم ہوتی ہے، اور کام بھی ایسا ہوتا ہے جس کی معاشرے میں قدر و قیمت ہے ۔ یہ کمائی کا ایک صاف ستھرا ذریعہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ تو پھر بھلا اسے حرام کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ جائز ہے؟

المختصر یہ کہ فقہ حنبلی کے ہاں بھی آڑھتی بننا، بنانا، کمیشن لینا اور آڑھت کے ذریعے سامانِ تجارت کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے لیکن دو بنیادی شرائط کے ساتھ کہ آڑھتی دھوکہ نہ دے اور نہ ہی خیانت کرے۔ بلکہ صاف اور شفافیت کے ساتھ کی جانے والی آڑھت جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

آڑھت کے فوائد:

آڑھت کے فوائد درج ذیل ہیں۔

1. آڑھتیوں کی خدمات کی وجہ سے چھوٹے پیمانے کے کسانوں کی بڑے بازاروں تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔
2. آڑھتی خریدار اور فروخت کنندہ کے درمیان اعتماد بڑھاتا ہے۔
3. آڑھتی کی بدولت ذرائع نقل و حمل کے انتظامات آسان ہو جاتے ہیں۔
4. بازار میں قیمت کے اضافہ اور کمی کی سورت میں آڑھتیوں کو کمیشن ملتی ہے۔

[49] ۔ ابو المنذر عبد الحق، مختصر القندیل فی فقہ الدلیل، مکتبہ شاملہ 1426ھ، ج1، ص5

5. بائع اور مشتری کے درمیان قانونی تحفظ فراہم کرنا آڑھتی کی ذمہ داری ہے۔
6. آڑھتی بازار میں نئے اشیاء کو متعارف کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔
7. انٹرنیشنل پلیٹ فارمز پر آڑھتی کو ہونا ضروری ہے۔
8. آڑھتی ڈیبٹ اور کریڈٹ بیلنس کے حسابات میں اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے۔
9. قیمتوں میں اضافے کے باوجود ایماندار آڑھتی لمبے عرصے تک اپنا اعتماد بحال رکھتا ہے۔
10. ٹیکنالوجی اور مختلف موبائل ایپس نے آڑھتی کی رسائی میں وسعت دی ہے۔

آڑھت کے نقصانات:

1. آڑھتی کی کمیشن میں خریدار اور فروخت کنندہ کے منافع میں کمی ہوتی ہے۔
2. آڑھتیوں کا قیمت کو زیادہ کرکے دونوں فریقین سے کمیشن لینا۔
3. بے جا قیمتوں میں اضافہ کرکے بائع کے نفع میں کمی کرنا۔
4. خفیہ طور پر سودا کرنے سے اعتماد ختم ہوتا ہے۔
5. کمیشن کی مد میں خریدار اور فروخت کنندہ کے درمیان عدم رابطے کا ذریعہ بنتا ہے۔
6. آڑھتی کسان کے ان پڑھ ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔
7. آڑھتی بعض اوقات بائع اور مشتری سے اپنا مزدوروں کی طرف سے خرچا پانی لینا۔
8. آڑھتی بعض اوقات مختلف قسم کے چارجز میں اضافہ کرتا ہے۔
9. آڑھتی کی مخصوص منڈیوں تک رسائی کی وجہ سے بین الاقوامی معاملات میں تجارت نہیں کرتا۔
10. بائع اور مشتری کے درمیان عدم قانونی تحفظ پیچیدگیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث:

آڑھت کا مطلب کسی چیز کی خرید و فروخت میں بطور واسطہ کمیشن کے عوض خدمات دینا ہے۔ فقہی اصطلاح میں آڑھت کو "سمساری" یا "دلالت" کہا جاتا ہے۔ یہ ایک جائز پیشہ ہے بشرطیکہ فریقین کی رضامندی اور شرعی اصولوں کی پابندی ہو۔ قرآن میں باہمی رضامندی سے تجارت کی اجازت دی گئی ہے[50]۔ احادیث میں دلالت (آڑھت) کو جائز قرار دیا گیا ہے، جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے۔ فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مذاہب آڑھت کو اصولاً جائز قرار دیتے ہیں۔ آڑھت کی اجرت لینا بھی جائز ہے اگر پہلے سے طے شدہ ہو اور فریقین کو معلوم ہو۔ اگر دلال دھوکہ دے یا

[50] ۔البقرہ: 275

ناجائز منافع لے، تو یہ عمل شرعاً حرام ہوگا۔ معاصر مالیاتی نظام میں آڑھت مختلف اشکال میں موجود ہے، جیسے رئیل اسٹیٹ بروکر، اسٹاک ایجنٹ، وغیرہ۔ بین الاقوامی تجارت میں بھی بروکریج اور کمیشن ایک لازمی عنصر ہے۔ اسلامی مالیاتی ادارے خاص قواعد کے تحت آڑھت کی اجازت دیتے ہیں۔ پاکستان جیسے ممالک میں آڑھتی زراعت اور کاروبار کا اہم ستون ہیں۔ آڑھتی کسانوں کی فصل کی فروخت، قیمت طے کرنے، اور رقم کی وصولی میں مدد دیتے ہیں۔ البتہ بعض آڑھتی غیر منصفانہ شرائط اور سود پر مبنی قرض دیتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے شفافیت، رضامندی، اور بغیر فریب کے معاملات جائز ہیں۔ حکومت اور علما کو چاہیے کہ آڑھت کے نظام کو ضابطہ اخلاق کے تحت منظم کریں۔ عصرِ حاضر میں آڑھت کے معاہدوں کو تحریری شکل دینا بہتر اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی معیشت میں آڑھت کو منصفانہ طریقے سے نافذ کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ تعلیم و تربیت اور شرعی اصولوں کی آگاہی سے آڑھت کے غلط استعمال سے بچا جا سکتا ہے۔ نتیجتاً، آڑھت شرعی لحاظ سے جائز عمل ہے بشرطیکہ اس میں شفافیت، امانت، اور عدل و انصاف کے تقاضے پائے جائیں۔

سفارشات:

1. آڑھتیوں کو احتکار کرنے، ذخیرہ اندوزی کرنے، خیانت کرنے، جھوٹ بولنے، دھوکہ دینے اور دیگر اخلاقی برائیوں سے نجات دلانے کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ان کی رہنمائی کریں تاکہ سود، دھوکہ وغیرہ سے بچ سکیں۔
2. حکومتی اداروں کو چاہیے کہ آڑھت کے نظام کو منظم کرتے ہوئے اسے رجسٹرڈ کرے تاکہ غیر قانونی اور غیر منصفانہ رویوں کو روکا جائے۔
3. کسانوں اور تاجروں کو آڑھت کے بارے میں شرعی حدود سے آگاہی مہم چلانی چاہیے۔ اور ان کی تربیتی ورکشاپس کروائیں تاکہ اس نظام کو منظم کیا جائے۔
4. مارکیٹوں میں بننے والی کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ آڑھتیوں کی کمیشن کی شرح کو مقرر کریں اور پھر اس پر چیک اینڈ بیلنس رکھیں۔
5. حکومتی سطح پر ایک شرعی حکم نامہ جاری کیا جائے تاکہ تجارتی معاملات اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔
6. بیچنے اور فروخت کرنے والوں کے درمیان ایک تحریری معاہدہ ہو جس کو عدالت میں پیش کیا جائے۔
7. حکومتی اداروں کو چاہیے کہ وہ اجارہ داری اور غیر منصفانہ کمیشن کے نظام کو ختم کر کے شفافیت کے نظام کو مؤثر بنائیں۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الحکیم
2. ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔ صحیح بخاری۔۔قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، الطبعۃ الاولی 1357ھ۔ الطبعۃ الثانی 1381ھ
3. ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
4. ابو عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد، جامع ترمذی، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی
5. سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابو داوٗد، مکتبہ حقانی، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان
6. ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی، سنن ابن ماجہ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
7. امام احمد بن حنبل، مسند احمد، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، 1991ء
8. موٗطا امام مالک، انس بن مالک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1415ھ
9. مصنف ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہم، المصنف في الأحاديث والآثار،
10. ابنِ منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1956ء
11. فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور
12. مجمع اللغۃ العربیۃ، المعجم الوسیط، قاھرۃ، 2004 جلد 2، ص 1021
13. کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الجدید الاصطلاحی (عربی-اردو)، ادارہ اسلامیات، لاہور
14. الغزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ بیروت لبنان، س ن
15. الجوہری، ابو نصر اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار العلم للملایین، بیروت، 1407ھ
16. الحلبی، ابراہیم بن محمد، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1419ھ
17. الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو، الکشاف، مطبعۃ الاستقامۃ، مصر 1946ء
18. عمر، احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، عالم الکتب 1429ھ
19. شوکانی، امام محمد بن علی، فتح القدیر، مصطفی البابی، مصر، 1349ھ
20. اعظمی، محمد امجد علی، بہارِ شریعت، مکتبۃ المدینہ، کراچی
21. ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی در المختار، دار الفکر بیروت 1412ھ، ج 5، ص 102
22. ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، مکتبہ شاملہ
23. علامہ، ابن عابدین، محمد امین بن عمر، العقود الدریۃ في تنقیح الفتاوی الحامدیۃ مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
24. السغدی، ابو الحسن علی بن الحسین، النتف فی الفتاویٰ، موٗسسۃ الرسالۃ بیروت 1404ھ

25. عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دار المعارفۃ بیروت 1379ھ
26. ابو المنذر عبد الحق، مختصر القندیل فی فقہ الدلیل، مکتبہ شاملہ 1426ھ
27. صالحی، محمد بن یوسف، علامہ، مترجم مولانا عبد اللہ بستوی مہاجر، تذکرۃ النعمان: ص: 209-208، مطبوعہ شیخ الہند اکیڈمی، 2013
28. نسفی، امام عبد اللہ بن احمد، بحر الرائق،، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی
29. بریلوی، امام احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور
30. اعظمی، محمد امجد علی، بہارِ شریعت، مکتبہ المدینہ، کراچی
31. شامی، محمد امین عابدین، فتاوی شامی، مطبوعہ دار الفکر بیروت
32. الکندی، محمد بن جعفر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعہ کوئٹہ
33. عطاری، محمد فرحان افضل، آڑھت کے بارے میں شرعی احکام، ص14، مجلس افتاء (دعوت اسلامی)